حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

از قلم: خلیل اٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين، وعلىٰ اٰله وأصحابه أجمعين.

قال مالک: عن يحيىٰ بن سعيد أنه سمع عبدالله بن عامر بن ربيعة قال: قالت عائشة: بات رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أرقا ذات ليلة، ثم قال: ليت رجلا صالحا يحرسني الليلة، قال فبينما نحن كذلک إذ سمعت صوت السلاح، فقال: من هذا؟ قال: أنا سعد بن أبي وقاص، جئت أحرسک يا رسول الله! فقالت: فنام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتىٰ سمعت غطيطه. (أخرجاه في الصحيحين من حديث يحيىٰ بن سعيد: بخاری: ۲۸۸۵۔ مسلم ۱۸۷۵/۴) وفي رواية فدعالي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ثم نام. (مسلم ۱۸۷۵)

باب اول

حیات وخدمات

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مقدس جماعت ہیں جن کے بارے میں خود ربِّ کائنات نے اپنی لازوال کتاب یعنی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ”رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ،اولئک حزب اللہ،الا ان حزب اللہ ھم المفلحون. (المجادلہ:۲۲) ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یادرکھو! کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا

ہے۔(آسان ترجمۂ قرآن:۱۱۵۷)صحابہ کرامؓ بارگاہِ نبوت کے تربیت یافتہ شگفتہ پھول تھے اور اسی پاکیزہ گروہ میں چند صحابہؓ ایسے بھی تھے جن کو اس جہانِ فانی ہی میں ابدی مسرت وخوشی کے پھولوں (جنت کی خوشخبری) سے نوازا گیا۔انہیں میں سے ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی ''حضرت سعد بن ابی وقاصؓ'' ہیں۔

پیدائش: آپؓ کی ولادت ہجرت سے تیئیس سال قبل مکہ میں ہوئی۔

نام ونسب: آپؓ کا نام ''سعد'' اور کنیت ''ابو اسحاق'' تھی۔آپؓ کے والدِ بزرگوار کا اسمِ گرامی ''مالک'' تھا؛مگر آپؓ ''ابو وقاص'' کی کنیت سے معروف ومشہور ہوئے ،آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپؓ کا نسب یہ ہے: سعد بن مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی زہری۔گویا کلاب بن مرہ پر جا کر آپؓ کا نسب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔والدہ کا نام ''حمنہ'' تھا جو سفیان بن امیہ کی بیٹی تھیں،والدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے: حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔آپؓ رشتے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے۔(الاصابہ فی تمییز الصحابہ بحوالہ اصحاب رسول اوران کے کارنامے:۳۹۲)

حلیہ: نہایت مضبوط اور مائل بہ فربہی جسم،گندمی رنگ،دراز قد،کشادہ پیشانی،بڑا ماتھا،گھنگریالے بال،چپٹی ناک،ہاتھ کی انگلیاں نہایت مضبوط اور موٹی تھیں۔(حکمران صحابہ:۴۱۵۔صحابۂ کرام نمبر:۵۲)

قبولِ اسلام

ہر شخص بچپن کی حد درجہ پیار و محبت والی فضا میں پروان چڑھتا ہے، جوں جوں عہدِ شباب کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے تو ایک نیا موڑ اس کی زندگی میں آتا ہے، اسی طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھلتی جوانی کے پر کیف لمحات میں قدم رکھا تو زندگی کا رخ بدلا اور آپ رضی اللہ عنہ نے کفر وشرک کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے دستبردار ہو کر نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود اپنے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے قبولِ اسلام سے تین دن پہلے کی بات ہے، میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ تہ بہ تہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور ان تاریکیوں سے باہر آنے کے لیے موجوں میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں، اچانک ایک چاند میرے سامنے نمودار ہوا، میں اس کی طرف چل پڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی میرے آگے آگے اسی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کب سے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہم ابھی آئے ہیں۔ جب صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طور پر اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہتے ہیں، میں فوراً ان کی تلاش میں نکل پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ''جیاد'' کی گھاٹی میں ملے اور اسی وقت عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا، ان تین آدمیوں کے علاوہ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کوئی اور مجھ سے پہلے اسلام نہیں لایا تھا۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی سترہ یا انیس بہاریں دیکھ چکے تھے۔ یہ وہ عمر ہے جس میں عموماً نوجوان سرمستی اور طغیانی کا شکار رہتے ہیں؛ مگر اس بندۂ خدا نے تمام تر راحت اور خوشحالی سے اپنے آپ کو چھڑا کر اسلام کے حوالے کر دیا۔ (صحابہ کے واقعات:۱۰۰)

ابتلا و آزمائش کا دور

اُس وقت کفارِ مکہ مذہبِ اسلام کے حلقہ بگوشوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑتے تھے؛ مگر ان کے عشقِ نبی سے سرشار اور محبتِ الٰہی سے لبریز دل کسی حال میں بھی اسلام سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔اس صورت حال سے حضرت سعد بن ابی وقاص کو بھی گذرنا پڑا، جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خبر آپ کی والدہ تک پہنچی تو شیرنی کے مانند بپھر گئی اور آگ بگولہ ہو کر کہنے لگی کہ: اے سعد! تو نے کونسا مذہب اختیار کر لیا ہے؟ تو اس کو چھوڑ دے اور اپنے آبا واجداد کی دیرینہ روِش پر آجا، جب تک تو اس مذہبِ اسلام کو نہیں چھوڑتا تب تک مجھ پر کھانا حرام؛ یہاں تک کہ اس غم میں مر جاؤں۔آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے، نہایت مطیع وفرماں بردار تھے، ایک طرف خون کا رشتہ تھا دوسری طرف اسلام کا رشتہ تھا، ہمیشہ کی طرح پھر یہی ہوا کہ اسلام کا رشتہ خونی رشتے پر غالب آگیا اور

کیوں نہ آتا کہ جس کے دل میں اسلام کی حقانیت اور سچائی آشکارا ہو جائے، بھلا وہ کہیں پلٹ بھی سکتا ہے؟ کچھ عرصہ آپ خاموش رہے، جب دیکھا کہ والدہ کسی حال میں ماننے کو تیار نہیں ہے تو ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت استقلال واستقامت کے ساتھ دوٹوک جواب دے دیا کہ ''اے امی جان! آپ ایک جان کی بات کرتے ہیں، اگر آپ کی سو جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے بدن سے علیحدگی اختیار کرنے لگے، پھر بھی میں اس اسلام سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ جب آپ کی والدہ نے یہ دوٹوک اور مضبوط جواب سنا تو آپ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ آپ کی اس عظیم قربانی پر قرآنِ کریم کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: ''وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما'' (لقمان:۱۵)

ترجمہ: اور اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی کو (خدائی میں) شریک قرار دو جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی بات مت مانو۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۸۶۹) (مسلم بحوالہ حکمران صحابہ:۴۲۵۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات:۱۰۰)

شعبِ ابی طالب کی محصوری اور آپ رضی اللہ عنہ کی قربانی

جب مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر لیا گیا تو اس زمانے میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کر زندگی بسر کی، سخت مصائب جھیلے، فاقوں پر فاقے کیے۔ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا، اتفاق سے ایک شب میرا پیر کسی تر چیز پر پڑا، فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا، اب تک معلوم نہیں

کہ وہ کیا شے تھی!

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اپنا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں بڑی کٹھنائیوں اور پریشانیوں کے ساتھ زندگی گزاری، ہم نے صبر وتحمل کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا، یہاں تک کہ ان مصائب کو جھیلنے کی عادت ہوگئی۔ بائیکاٹ کے زمانے میں ایک مرتبہ جب میں رات کو پیشاب کرنے کے لیے جنگل میں گیا تو کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی، بغور دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جس کو میں نے اٹھالیا، اس کے بعد اس کو دھویا اور جلایا، پھر دو پتھروں کے درمیان پیس کر سفوف سا بنالیا، پھر جب بھوک کی شدت برداشت سے باہر ہوجاتی تو اسی کو پھانک لیتا اور پانی پی لیا کرتا تھا، اسی حالت میں وہ کٹھن ایام گذر گئے۔ (حیاۃ الصحابہ:۱/ ۴۰۰، سیرۃ المصطفی: ۱/ ۲۸۷)

ہجرت

جوں جوں اسلام کا دائرہ پھیلتا گیا توں توں مشرکین کا ظلم وستم بھی بڑھتا گیا تھا؛ یہاں تک کہ صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا، بالآخر ہجرتِ مدینہ کا حکم نازل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو ہجرت کا حکم فرمایا، ایک ایک کر کے صحابہؓ ہجرت کرنے لگے۔اسی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپؓ نے بھی مدینہ ہجرت فرمائی اور اپنے برادر عتبہ بن ابی وقاص۔جنھوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مکۂ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

کے مکان پر اقامت اختیار کی۔

سریۂ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور تیر اندازی کا آغاز

یہاں پہنچ کر اطمینان کی سانس لی تھی کہ جاد کا حکم نازل ہوا، چناں چہ ہجرت کے آٹھ مہینے کے بعد ماہ شوال ۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کے ساٹھ یا اسّی سواروں پر عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ''رابغ'' کی طرف روانہ فرمایا، اس سریے میں کوئی انصاری نہ تھا، وہاں پہنچ کر قریش کے دوسو سواروں کی جمعیت سے مڈبھیڑ ہوگئی؛ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ صرف سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے تیر چلائے۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۵۴)

آپ رضی اللہ عنہ کا بحیثیت امیر ہونا

پھر ہجرت کے نویں ماہ یعنی ماہ ذیقعدہ ۱ھ میں آٹھ یا بیس مہاجرین کی پا پیادہ جمعیت کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ''خرار'' کی طرف روانہ فرمایا، (خرار جحفہ کے قریب ایک وادی ہے)۔ یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے، خرار پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے، یہ لوگ پھر مدینہ واپس لوٹ گئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۲ / ۵۵)

غزوۂ بدر میں شرکت

معرکۂ بدر سے مستقل غزوات کی ابتدا ہوئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص

نے غزوۂ بدر میں غیر معمولی شجاعت وجان بازی کے جوہر دکھائے اور کفار کے سردار سعد بن عاص کو تہ تیغ کیا، حضرت سعدؓ کو اس کی ''ذوالکتیفہ'' نامی تلوار پسند آ گئی تھی، اسے لیے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، چونکہ اس وقت تقسیمِ غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا، اس لیے ارشاد ہوا کہ جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔

حضرت سعدؓ کے برادرِ عزیزؓ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے، کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس۔ غرض غمگین واپس لوٹے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورۂ انفال نازل ہوئی جس میں مالِ غنیمت کے تعلق سے احکامات نازل ہوئے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو قاصد کے ذریعے بلا کر تلوار لینے کی اجازت دے دی۔ (مسند-۱/ ۱۸۰، ومسلم، مناقب سعد بن ابی وقاصؓ بحوالہ سیر الصحابہ ۲ /۱۴۱)

غزوۂ احد میں حاضری

۳ ھ میں غزوۂ احد پیش آیا۔ اس غزوہ میں بہ ظاہر ''جبل الرماۃ'' پر مقرر کردہ پچاس تیر اندازوں کی خطائے اجتہادی کے سبب مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، اچانک حملے کی وجہ سے صحابہؓ کے پاؤں اکھڑ گئے؛ لیکن چند جاں نثار صحابہ ایسے بھی تھے جو اس نازک وقت میں بھی ثابت قدم رہے اور مشرکین سے برابر لڑتے رہے؛ ان ہی میں آپؓ بھی تھے۔ آپؓ نے اس جنگ میں ہمت وجواں مردی کے قابلِ رشک جوہر دکھلائے۔

حبان بن عرفہ اور ابو اسامہ جشمی کا قتل

دشمنوں میں سے دو قادر انداز مسلمانوں کو بہت تنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک حبان بن عرفہ اور دوسرا ابو اسامہ جشمی تھا۔ حبان بن عرفہ نے ایک تیر مارا تو زخمیوں کو پانی پلاتی امّ ایمن رضی اللہ عنہا کے دامن پر لگا جس سے دامن پھٹا اور زانو کا کچھ حصہ برہنہ ہو گیا۔ کافر نے قہقہہ لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر اس کی ہنسی گراں گذری، مسلمانوں کے تیر انداز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے تھے، جن کا نشانہ بہت کم خطا کرتا تھا، ارشاد ہوا: اس پر تیر برساؤ اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر انہیں دیے اور فرمایا: ''اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان، تیر پر تیر چلائے جاؤ'' آخر میں ایک تیر بلا پیکان عطا فرمایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کمان میں جوڑا اور حبان بن عرفہ کو نشانہ بنایا، پیکان سیدھا ہنسلی کے حلقہ پر جا لگا جس سے وہ پشت کے بل پیچھے کی طرف گرا تو اس کا ستر کھل گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہنستے ہوئے دیکھا کہ سامنے کے دانت نظر آنے لگے۔ فرمایا: تم نے امّ ایمن کا بدلہ لے لیا۔ اتنے میں دیکھا کہ حبان بن عرفہ کے ساتھ مالک بن زبیر بھی چٹانوں کی آڑ سے تیر برسا رہا ہے، اس کا صرف سر نظر آ رہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی، پھر تیر کمان میں جوڑا اور سر کا نشانہ لگایا، تیر سیدھا آنکھ میں لگا اور مغز کو چھیدتا ہوا نکل گیا، وہ تڑپ کر اچھلا اور گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: ''اے اللہ!

سعد کی دعا قبول فرما''۔اس دعا کی برکت سے آپ مستجاب الدعوات بن گئے اوراس کے بعد آپ کی ہر دعا قبول ہوتی تھی۔(سیرت احمد مجتبیٰ ۲/۳۱۱)

غزوۂ خندق

جنگ احد کے دو سال کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا،اس میں بھی آپ فدا کارانہ شریک تھے،اس جنگ میں آپ نے ایک چالاک کافر کو عجیب طریقے سے ہدف بنایا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جب خندق کی جنگ ہوئی تو (ایک کافر شہسوار اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے خندق عبور کر کے آگے بڑھتا ہوا آیا۔وہ جب قریب ہو کر تیر کی زد میں آ گیا، میں نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان میں جوڑا، وہ یہ دیکھ کر ٹھہر گیا (سر پر خود اور جسم پر دوہری زرہ سے محفوظ تھا؛اس لیے) وہ اپنی ڈھال کو ناک کے اوپر نیچے کرتا رہا اور جیسے ہی اس نے یہ حرکت بند کی۔میں نے کمان پر چڑھا ہوا تیر تاک کر اس کو مارا جو سیدھے اس کی آنکھ پر جا لگا، وہ گھوڑے سے گر گیا اور تڑپنے لگا۔یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ ہنس پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔میں نے پوچھا: سرکار کس وجہ سے ہنسے؟ ارشاد ہوا: اس شخص کی حرکت پر۔اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے اکثر غزوہ میں نہایت جاں نثاری کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا۔(اصحابِ رسول اوران کے کارنامے: ۴۰۸)

حجۃ الوداع میں آپ کی علالت

۱۰ھ میں حجۃ الوداع ہوا، ۲۵/ذی قعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیے

روانہ ہوئے؛ مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان دنوں سخت علیل تھے اور اس خاص حج میں محرومی سے دل شکستہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میری حالت زیادہ خراب ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وفات پا جاؤں؟ اللہ اور اس کے دین کے لیے چھوڑے ہوئے شہر میں واپس پہنچ کر مرنا اچھا نہیں ہے، آپ کو یاد آ گیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن خولہ کی مکہ میں وفات ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ افسوس فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس غم واندوہ اور جذباتی کشمکش سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو نکال لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا کرتے تھے، ایک روز حسبِ سابق از راہِ شفقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کو شفا اور زندگی کی بشارت دی۔

(اصحاب رسول اور ان کے کارنامے:۴۰۹)

وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہدِ صدیقی

مکہ سے واپسی ہوئی تو چند دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو سدھار گئے اور خلافت کا مسئلہ چھڑ گیا، چنانچہ بالاتفاق صاحبِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تمام مسلمانوں کی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ہر موڑ پر گراں قدر تعاون فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۴۴)

دور فاروقی میں آپ کا کردار

جب حضرت عمرؓ فاروق مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو ایران میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور عظیم جرنیل صحابیٔ رسول حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ نے ایران کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا اور آپؓ کو خط لکھا کہ یزدگرد سوم ایران میں ابھی ابھی تخت نشین ہوا ہے، نوعمر اور تجربات سے تہی دامن ہے، یہی موقع ہے اسے اسلامی ریاست میں شامل کرنے کا۔ (حکمران صحابہ: ۴۳۴)

۱۵ھ میں امیر المؤمنین سرزمینِ شام کی جانب سے مطمئن ہو چکے تھے؛ لہٰذا انھوں نے خیال کیا کہ اب عراق وایران کو فتح کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ آپؓ نے ایران کے لیے مزید اسلامی لشکر تیار کروایا اور جب یہ لشکر تیار ہو گیا تو آپ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ نائب مقرر کر کے خود شریک ہونے لگے، اس موقع سے بعض صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ کا مرکز چھوڑ کر جانا مناسب نہیں، کسی کامل اور ماہر عظیم مجاہد کو یہ سپہ سالاری سپرد کر دیں، اس پر آپؓ نے خاموشی اختیار کر لی اور منبر پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کیا، فرمایا: لوگو! میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا؛ مگر بعض اہلِ دانش نے میرا رخ پھیر دیا اور کہا کہ کسی تجربہ کار، جواں مرد مجاہد کو قائد بنا کر بھیجا جائے۔ چونکہ حضرت سعدؓ کی شجاعت وہمت، بلند حوصلگی وجواں مردی سے سب واقف تھے، اسی لیے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار بنایا جائے، اس رائے کو سبھی لوگوں

نے پسند کیا، پھر بالاتفاق آپ کو سپہ سالار منتخب کرلیا گیا اور امیر المومنین نے آپ رضی اللہ عنہ کو قائد بنا کر رخصت فرمایا۔ آپ لشکر کو لے کر منزلیں طے کرتے ہوئے عراق کے دروازے قادسیہ تک ۱۵ھ کو پہنچ گئے، یہاں ایرانی لوگ اپنا دفاع کرنے کے لیے مشہور جرنیل ''رستم'' کی قیادت میں پڑاو ڈالے ہوئے تھے، ان کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی فوج صرف اور صرف آٹھ ہزار پر مشتمل تھی۔

پہلے دونوں طرف سے تبادلۂ خیال شروع ہوا۔ مسلمانوں کی جانب سے ''ربعی بن عامر'' سفیر تھے، رستم نے بڑے تکلف اور شان و تجمل کے ساتھ دربار آراستہ کیا، سونے کا تخت رکھوایا اور اس کے چاروں طرف دیبا و حریر اور رومی قالینوں کے فرش جس کے تکیوں اور شامیانوں کی جھالریں سچے موتیوں کی تھیں، بچھوائے۔ غرض حضرت ربعی بن عامر اس شان و شوکت والے دربار میں داخل ہوئے اور گھوڑے کو ایک گاؤ تکیے کے سے جولبِ فرش پڑا ہوا تھا باندھ کر نیزے کی انی ٹیکتے ہوئے اور اس فرش کو سوراخ دار بناتے ہوئے تخت کی طرف بے نیازی سے بڑھے اور رستم کے برابر جا بیٹھے، لوگوں نے ربعی کو تخت سے نیچے اتارنا اور ان کے ہتھیاروں کو الگ کرنا چاہا تو حضرت ربعی نے جواب دیا کہ میں تمہارے بلانے پر یہاں آیا ہوں، خود اپنی کوئی استدعا لے کر نہیں آیا، ہمارے مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے کہ ایک شخص معبود بن کر بیٹھے اور باقی آدمی بندوں کی طرح ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہوں۔ (تاریخِ اسلام ۱ / ۲۸۴)

علامہ بلاذری ''فتوح البلدان'' میں رقم طراز ہیں کہ: پھر رستم نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ کسی مناسب نمائندہ کو بھیجیں تو آپؓ نے مغیرہؓ بن شعبہ کو بھیجا، وہ وہاں جا کر رستم کے تخت پر بیٹھنے لگے تو اس کے درباریوں نے روک دیا۔ دورانِ گفتگو رستم نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے غربت وافلاس نے تمہیں یہاں آنے پر ابھارا ہے، ہم تمہیں اتنا مال ودولت دیں گے کہ تم سیر ہو جاؤ گے اور تمہیں محبوب وپسندیدہ اشیا دے کر واپس لوٹائیں گے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک نبی بھیجا، ہم نے ان کا حکم مانا اور ان کی اتباع اختیار کرنے کی سعادت حاصل کی، ہمیں ہر اس قوم کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا جس نے ہمارے دین کی مخالفت کی؛ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر جزیہ دینے پر مجبور جائیں، ہم تم کو اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں، اگر تم اسے قبول کر لو تو بہتر ہے؛ ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ رستم نے جواب دیا کہ: کل صبح طلوع آفتاب ہوتے ہی تمھیں تباہ وبرباد کر دیں گے۔ حضرت مغیرہؓ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور واپس اپنے لشکر کی طرف گئے۔ پھر دونوں لشکر کے درمیان زوردار اور گھمسان جنگ ہوئی۔ جسے ''جنگِ قادسیہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ یاقوت حموی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''معجم البلدان'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''قادسیہ'' عراق کی ایک بستی کا نام ہے، یہاں لشکرِ اسلام اور لشکرِ ایران کے

درمیان ٹکراؤ ہوا تھا۔ لشکرِ اسلام کے سر براہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے؛ مگر آپ کے بدن میں پھوڑے اور پاؤں میں آبلے ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سالار ''خالد بن عرفطہ'' کو نامزد کیا اور خود ایک بالائی حصہ پر بیٹھ کر مسلسل ہدایات دیتے رہے اور یہ جنگ تقریباً چار دن تک چلی، پھر لشکرِ اسلام کو شاندار فتح حاصل ہوئی، ایرانی فوج کا جرنیل رستم بھی اسی جنگ میں مارا گیا اور بہت سے ایرانی فوجی میدان کارزار میں موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور جو باقی بچے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

جنگِ قادسیہ سے فتح یاب ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر مدائن کی طرف بڑھے، راستہ میں دریائے دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے جہاں جہاں پل تھے سب توڑ کر بیکار کر دیے اور کشتیاں بھی غائب کر دیں؛ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی کے آگے دنیا کی کون سی چیز حائل ہو سکتی تھی!۔

انہوں نے اہلِ اسلام سے مخاطب ہو کر کہا: ''برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے۔ آؤ! اس کو بھی تیر جائیں تو پھر مطلع صاف ہے۔ یہ کہہ کر چند رُفقا کے ہمراہ گھوڑا دریا میں ڈال دیا، سپہ سالارِ اعظم اور ان کے رفقا کی جاں بازی دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیے اور باہم باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ ایرانی اس عجیب و غریب جوش و استقلال کا منظر دیکھ کر ''دیواں آمدند'' کہتے ہوئے بھاگے؛ تاہم سپہ سالار تھوڑی سی فوج کے ساتھ جما رہا اور دریا سے نکلنے پر مزاحم ہوا؛ لیکن

مسلمانوں نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کر دیا اور شاہِ ایران یزدگرد اپنے شاہی محل کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مدائن سے حلوان کی جانب فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے یہاں پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا اور آپ نے یزدگرد شاہِ ایران کے محل کے تخت کو منبر بنا دیا اور جمعہ کا خطبہ دیا، چند دن گذرنے کے بعد مال کو جمع کرنے کا حکم دیا اور بدستور پانچواں حصہ دار الخلافہ مدینہ پہنچایا گیا، باقی تمام مال مجاہدین میں تقسیم کر لیا گیا۔ اس طرح حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو سرزمینِ ''ایران'' کے فتح کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ (حکمرانِ صحابہ: ۴۴۳ تا ۴۴۲ ۔ سیر الصحابہ ۲/ ۱۳۵)

حضرت جابر بن سمرہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہلِ کوفہ نے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ سے اپنے گورنر حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کے متعلق شکایت کی کہ ہمارے گورنر صحیح طور پر نماز نہیں پڑھاتے، ظاہر ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابیؓ کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی، حضرت عمرؓ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا؛ تاہم رفعِ حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہؓ سے تحقیقات کروائی تو ہر شخص کو تعریف اور مدح سرائی کے نغمے گنگناتے ہوئے پایا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ تحقیقات سے فارغ ہو کر دونوں فریقوں کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھتے ہی پوچھا ''سعد! تم کیسی نماز پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا کہ: پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعت میں فاتحہ پر اکتفا کرتا

ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک تمہاری نسبت یہی گمان ہوسکتا ہے۔ گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا؛ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی، ان کو اس عہدہ سے سبکدوش کردینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو الگ کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر اس بیہودہ الزام کے لگنے کا نہایت افسوس تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر اندازی کی؛ لیکن خدا کی شان آج یہ بنو اسد پیدا ہوئے ہیں جو خود مجھے مذہب سکھاتے ہیں کہ میں نماز اچھی نہیں پڑھاتا۔ بہر حال آپ رضی اللہ عنہ نے بسر وچشم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مان لیا۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۵۷)

دورِ عثمانی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے اور حالت نزع میں لوگوں نے خلیفہ نامزد کرنے کی ترغیب دی تو آپ نے چھ نام پیش کیے، جن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ اور یہ وصیت بھی کی کہ اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ منتخب نہ ہوسکے تو چاہیے کہ خلیفۂ وقت ان کی خدمت سے فائدہ اٹھائیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا؛ لیکن تقرر کے تین سال کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے بیت المال کے متعلق اختلاف پیدا ہوجانے کی وجہ سے معزول کردیے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معزول ہونے کے بعد مدینے میں عزلت نشینی اختیار کرلی، یہاں تک کہ جب

خلیفۂ ثالث کے آخری عہدِ حکومت میں فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوا تو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری میں مخل نہ ہوا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی؛ لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اب بھی بہ دستور قائم رہے۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۵۸)

آخری لمحات اور وفات

ایران کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام ''عقیق'' میں اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا، چنانچہ عزلت نشینی کی پوری زندگی اسی میں بسر کی۔ موت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس کا ہر کسی کو اعتراف ہے، ایک دن فاتح ایران حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو بھی آنی تھی۔ چنانچہ اخیر عمر میں قویٰ مضمحل ہو گئے اور آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی؛ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ۵۵ھ میں طائرِ روح نے باغِ رضوان کے اشتیاق میں ہمیشہ کے لیے اس قفس کو عنصری کو خیر باد کہا۔ جنازہ مدینہ لایا گیا مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فرزندِ ارجمند نے آخری لمحات کی روئیداد کچھ اس طرح بیان کی کہ: میرے ابا جان کا سر میری گود میں تھا، میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں روتے ہو، مطمئن رہو! اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں ضرور داخل کرے گا؛ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے بذات خود اپنے جنتی

ہونے کی بشارت سنی ہے، بھلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ رسالت سے نکلے الفاظ بھی غلط ہو سکتے ہیں؟ پھر آپ نے الماری کی طرف اشارہ کیا، اسے کھولا گیا، اس میں ایک چادر پڑی ہوئی تھی، اسے نکالا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ بدر میں یہ چادر میرے بدن پر تھی، میں نے اسے بہت سنبھال کر رکھا ہے، مجھے اس کا کفن پہنایا جائے، بوسیدہ ہے تو کیا ہوا؟ میری دلی خواہش ہے کہ یہ بابرکت اور تاریخی چادر میرے ساتھ قبر میں جائے۔ یہ کہا اور پاکیزہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ (حکمران صحابہ:۴۴۳) مہاجرین بدریین اور عشرۂ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ ۲/ ۹۰۸۔ اسماء الرجال مشکوۃ ص:۵۹۶ بحوالہ ندائے شاہی دسمبر ۲۰۱۱ء)

ازواج واولاد

ازواج:

آپ نے مختلف ادوار میں متعدد شادیاں فرمائیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی، ذیل میں مختصراً اس کو ملاحظہ فرمائیں:

① بنت الشہاب ② بنت قیس بن معدیکرب ③ ام عامر بنت عمرو ④ زبد ⑤ ام بلال بنت ربیع ⑥ ام حکیم بنت فارظ ⑦ سلمہ بنت حفص ⑧ ظبیہ بنت عامر ⑨ ام حجر۔

اولاد:

لڑکے: ① اسحاق اکبر ② عمر ③ محمد ④ عامر ⑤ اسحاق اصغر ⑥ اسماعیل ⑦ محمد ابراہیم ⑧ موسیٰ ⑨ عبد اللہ ⑩ عبد اللہ اصغر ⑪ عبد الرحمٰن ⑫ عمیر اکبر ⑬ عمیر اصغر ⑭

عمرو⑮عمران⑯صالح⑰عثمان

لڑکیاں: ①ام حکیم کبری②حفصہ ③ام القسم ④کلثوم ⑤ام عمران⑥ام الحکیم صغری⑦ام عمرو⑧ہند⑨ام الزبیر⑩ام موسیٰ⑪حمنہ ⑫ام عمر⑬ام ایوب⑭ام اسحٰق⑮ملہ⑯عمرہ⑰عائشہ۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۶۳)

مرویات

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا علمی رتبہ نہایت ارفع اعلیٰ تھا، آپ رضی اللہ عنہ سے دوسوستر احادیث مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ سے عائشہ صدیقہ،عبد اللہ بن عمر،عبداللہ بن عباس، جابر بن سمرہ، سائب بن یزید، مصعب بن عمیر، قیس بن ابی حازم، سعید بن مسیب، عمرو بن میمون، احنف بن قیس، علقمہ بن قیس، ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف، مجاہد، شریح بن عبید، بشر بن سعید، عروہ بن زبیر، راشد بن سعید، زید بن اسلم، مکحول ابوعباس اورآپ کی اولاد یعنی عامر، محمد ابراہیم اور عائشہ بنت سعد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ (محض الخلاص بحوالہ حکمران صحابہ: ۴۲۲)

دوسرا باب

اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب

آپ رضی اللہ عنہ کو جنتی ہونے کی بشارت

تمام صحابۂ کرام دینِ اسلام کی ترقی کے لیے جان توڑ محنت کرتے تھے،

چاہے جان ہو یا مال؛ سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام کو ''رضی اللہ عنهم ورضوا عنه'' کا مژدہ سنایا۔ امام احمدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اول من یدخل من هذا الباب رجل من اهل الجنة۔ فدخل سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص۔ ترجمہ: جو شخص اس دروازے سے سب سے پہلا داخل ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ پس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ داخل ہوئے۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان

آپؓ نے غزوۂ احد میں فدائیت اور جاں بازی کے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے جس کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا۔ خود حضرت سعدؓ بن وقاص فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اثنائے جنگ تیر عنایت کرکے فرماتے: ارم یا سعد! فداک امی وابی۔ تیر چلاؤ اے سعد! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو۔ پھر آپؓ نے کہا کہ یہ خصوصیت صرف مجھے حاصل ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو۔ (الاصابہ ۳/۲۶ بحوالہ حکمران صحابہ: ۴۲۲)

آپؓ پر بہتان باندھنے والے کا سخت انجام

جب اہلِ کوفہ نے حضرت سعدؓ کے متعلق امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے تحقیق کے لیے ایک جماعت کوفہ بھیجی۔ تمام لوگوں

نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی؛ مگر اسامہ بن قتادہ نامی شخص ۔جس کی کنیت ابوسعدہ تھی ۔ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دل خراش گفتگو کی کہ آپ رضی اللہ عنہ انصاف سے فیصلہ نہیں کرتے، نماز صحیح نہیں پڑھاتے اور خود جنگ میں شریک نہیں ہوتے۔ جب یہ تمام گفتگو آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو بہت صدمہ پہنچا اور آپ کی زبانِ مستجاب سے نکلا ''الٰہی! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو اندھا کردے، عمر دراز کردے اور اسے فتنہ میں مبتلا کر''، پس کیسے رد ہوسکتی تھی آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا!۔ مالک بن عمیر فرماتے ہیں کہ: میں نے اسے بذاتِ خود کوفہ کی گلیوں میں اندھا دربدر بھٹکتے پھرتے دیکھا، راہ چلتی عفت مآب دوشیزاؤں کو چھیڑتے رہتا، مدتوں اسی طرح ذلت کی زندگی بسر کرتا رہا۔ جب کبھی اسے پوچھا جاتا کہ تیری یہ حالت کیونکر ہوئی تو وہ کہتا کہ: یقیناً مجھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا نے برباد کردیا۔ (بخاری، مسلم، نسائی بحوالہ حکمران صحابہ:۴۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہات اور دعائیں

۱۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طبیعت روز بروز پیچیدہ ہوتی جارہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کو مدینۂ منورہ سے بے حد محبت تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا دل چاہتا تھا کہ وہیں موت آئے، اسی وجہ سے بہت مضطرب رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بے چین دیکھا تو سینہ پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ دعا دی: الٰہی! سعد کو شفا عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ آپ کے لیے آبِ حیات ثابت ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ تندرست ہوگئے اور صحت یاب ہوکر دوسری شادی بھی کی، جن

سے کئی لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں اور اسلام کے پرچم کو بلند کرنے کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے، جس کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا۔ (حکمران صحابہ: ۴۳۳)

۲۔ حضرت عائشہ بنت سعدؓ بیان کرتی ہیں کہ: میرے والد صاحب نے مجھے یہ بات سنائی کہ ایک مرتبہ مکۂ معظّمہ میں مجھے بہت تیز بخار آیا اور اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغرض تیمارداری میرے پاس تشریف لائے اور میرے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیر کر یہ دعا دی: اللھم اشف سعدا: الٰہی! سعد کو شفا عطا فرما۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو ایسی ٹھنڈک وراحت محسوس ہوئی کہ میرا گمان ہے کہ یہ ٹھنڈک قیامت تک محسوس ہوتی رہے گی۔

(صحیح بخاری بحوالہ حکمران صحابہ: ۴۲۶)

یہ میرے ''ماموں'' ہیں

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں آتا دیکھ کر ہم پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا: ھذا خالی، فلیرانی امرءٌ خالہ۔ یہ میرے ماموں ہیں کوئی ان جیسا اپنا ماموں دکھلائے۔ (ترمذی، مناقب ابی اسحاق ابن ابی وقاصؓ ۲ / ۲۱۶)

راہِ خدا میں خرچ کی تڑپ

آج کل لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے دل چراتے ہیں اور یہ

خیال کرتے ہیں کہ یہ مال تو ہم نے کمایا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کو فاسد کر دور کرتے ہوئے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ارشاد فرمایا: مَا عِنْدَ کُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ. (النحل: ۹۲) ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن ۵۹۳) اس آیت کی حقیقت کسی پر مخفی نہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑی دولت وجائداد کے مالک تھے اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آئے تھے، یہاں پہنچ کر بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں بڑی جائداد کا مالک ہوں اور میرے پاس صرف ایک ہی بیٹی ہے جو اس کی وارث بنے گی تو میں یہ سب مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بہت زیادہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آدھا دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تیسرا حصہ دینا چاہتا ہوں، فرمایا: یہ کافی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سعد! ورثہ کو مالدار بنا کر رخصت ہونا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ اگر تم ورثا کو کنگال کر دو گے تو پھر وہ سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں گے؛ اس لیے تیسرا حصہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور یہ جو کچھ تم راہِ خدا میں قربان کرو گے خدا تعالیٰ کے پاس اس کا اجر و ثواب ضرور پاؤ گے۔

(صحابۂ کرام نمبر: ۳۶، ۳۷)

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک اور پہرہ داری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت اور جاں نثاری کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عام طور پر سفر میں بخوشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے کے ارد گرد رات بھر چکر لگاتے تھے۔ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے تشریف لا رہے تھے کہ رات کے وقت کسی جگہ قیام ہوا، وہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات دیر تک بیدار رہے اور فرمانے لگے کہ کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مردِ صالح اور باہمت پہرہ دیتا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابھی یہ جملہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سنائی دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا: کون؟ عرض کیا: سعد بن ابی وقاص، ارشاد ہوا: کیسے آئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: دل میں خیال گذرا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنی چاہیے؛ اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

(صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نمبر:۵۱)

بہادری اور شجاعت

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقا کے ساتھ ایک گمنام جگہ بندگیٔ الٰہی میں مصروف تھے کہ یکا یک قریشِ مکہ کے چند اوباش نوجوان اس طرف آنکلے۔جب انہوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کو مصروف عبادت دیکھا تو دین کا مذاق واستہزا کرنا شروع کردیا۔دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر بہت مضطرب

ہو رہے تھے؛ مگر آپ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، پاس پڑی ہوئی ہڈی اٹھا کر دے ماری جو سیدھے ایک شخص کے سر پر لگی، سر سے خون کا فوارہ اڑا، دوسرے اوباشوں نے جب یہ دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے، یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی طرف سے اسلام کی حمیت میں پہلا جرأت مندانہ اقدام تھا جو دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے بے انتہا مؤثر ثابت ہوا۔ (الاصابہ ۳/ ٦٢۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمبر ۳۴)

آپ رضی اللہ عنہ کی نظرِ دوربیں

بینائی قدرتِ خداوندی کی طرف سے عنایت کردہ ایک قیمتی جوہر ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قوتِ بصارت وبصیرت دونوں حددرجہ تیز تھیں۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کو دیکھا تو حاضرین سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں کوئی چیز نظر آ رہی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ شاید کوئی پرندہ فضا میں گشت کر رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کسی شخص کو گھوڑے پر سوار دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مشغول ہو گئے، تھوڑا ہی وقفہ گذرا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا اونٹنی پر سوار تشریف لائے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نظر کتنی دوربیں تھیں۔ (الاصابہ ۳/ ٦۳)

آپ رضی اللہ عنہ کا زہد

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بکریاں چرا رہے تھے کہ عمر بن سعد (جو عامر بن سعد کے بھائی تھے) نے انہیں جنگل میں اس حال میں دیکھا تو کہنے لگے کہ ابا جان! آپ یہاں بکریاں

چرا رہے ہیں، جب کہ مدنی لوگ حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیٹے کی بات سن کر سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹے خاموش رہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سنے ہیں "ان اللّٰه عز وجل يحب العبد التقى الغنى الخفى" بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نیک، تونگر اور گوشہ نشیں کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، مستدرک حاکم، حلیۃ الاولیاء، بحوالہ حکمران صحابہ: ۴۲۴)

خوف وخشیت کا واقعہ

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: الَّذِينَ اٰمَنُوا وَلَمۡ يَلۡبِسُوا إِيمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الۡأَمۡنُ وَهُمۡ مُهۡتَدُونَ. (انعام: ۸۲) ترجمہ: "(حقیقت تو یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا، امن اور چین تو بس انہیں کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستہ پر پہنچ چکے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۲۹۶)

اس فقرہ "انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی نہیں آنے دیا" سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ اس غلط فہمی میں پڑ گئے کہ ہو نہ ہو اس ظلم سے مراد معصیت ہے۔ وہ پریشان ہو گئے، ان اصحاب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے، چنانچہ گھبرا کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا "اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے کوئی ظلم نہیں کیا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: "إِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٌ" (لقمان: ۱۳) ترجمہ: یقین جانو

شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن:۸۶۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ ظلم سے ''شرک'' مراد ہے؛ لٰہذا تم میں سے جو لوگ اللہ کو مانیں انہیں چاہیے کہ خدائی اختیار، اوصاف اور بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں، پھر تمہیں امن نصیب ہوگا اور راہِ راست پر گامزن قرار دیے جاؤ گے۔ (اصحاب رسول اوران کے کارنامے:۴۰)

ذریعہ معاش وجاگیر

ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جانبازی دکھاتے تھے؛لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادّی حیثیت سے بھی اپنے فدائیین کی عسرت وتنگ حالی کو دولت وثروت سے مبدل کردیا۔ خیبر کی مفتوحہ اراضی جاگیر میں ملی، ایران کے مال غنیمت میں سے حصہ ملا۔ اسی طرح دورِ فتنہ وفساد میں ایک غیر آباد زمین خرید کر زراعت کا مشغلہ اختیار کیا؛ غرض اخیر زندگی میں بڑی دولت کے مالک ہوئے۔ مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام ''عقیق'' میں عالی شان محل تعمیر کرایا؛ مگر باوجود اس کے غذا اورلباس کی سادگی میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۶۲)

آپ رضی اللہ عنہ کا علم وفضل

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث روایت

کریں تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تحصیلِ علم میں کبھی پس وپیش یا شرم وحجاب دامن گیر نہ ہوتا تھا۔ایک مرتبہ بارگاہِ نبوت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ عطیہ مرحمت فرمائے؛ لیکن اس میں سے ایک شخص کو محروم رکھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا، عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے، ارشاد ہوا: ''مومن یا مسلم''؛ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی، انہوں نے پھر اپنا سبق دہرایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دفعہ بھی وہی جواب دیا۔غرض حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مکرر سہ کرر اس سوال کو جاری رکھا؛ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر تشفی کی کہ بسا اوقات وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا ہوں، میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے جس کو عطیات دیتا ہوں۔

(بخاری کتاب الایمان، باب اذلم یکن الاسلام علی الحقیقۃ بحوالہ سیر الصحابہ ۲ / ۱۶۰)

تواضع وانکساری

آپ رضی اللہ عنہ کی تواضع وانکساری کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کہ کسریٰ کے وارثوں نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لیے خالی کردیا تھا، سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور اونٹ اور بکریاں تک چرانے میں عار نہ تھی اور کیسے عار محسوس کرسکتے تھے جبکہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں ایک سنت ہے۔ (سیر الصحابہ ۲ / ۱۶۲)

خلاصہ

یہ کہ آپ علم وفضل کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ وارفع تھے، صلاح وتقویٰ کے پیکر تھے، زہد وورع، خوف وخشیت سے لبریز تھے، طاعت وعبادت کے پابند تھے، مزید برآں آپ عظیم مجاہد اور مستجاب الدعوات بھی تھے؛ نیز تادمِ حیات سید الاولین والآخرین، تاجدارِ مدینہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند رہے اور اسلام کی حمایت وحفاظت کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ عالیہ سے ہمیں بھی متصف فرمائے، اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت اور عظمت ہمارے قلوب میں پیدا فرمائے اور بدن کے رگ وریشے میں پیوست فرمائے۔ آمین

مراجع ومصادر:

① محض الخلاص فی مناقب سعد بن ابی وقاص ② الاصابہ فی تمیز الصحابہ ③ صحابۂ کرام نمبر ④ سیرۃ المصطفیٰ ⑤ اصحاب رسول اور ان کے کارنامے ⑥ صحابہ کے واقعات ⑦ حکمران صحابہ ⑧ سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ⑨ سیر الصحابہ ⑩ ندائے شاہی، دسمبر ۲۰۱۱ء